مولانا عبدالماجد صاحب دریابادیؒ

مولانا سید انظر شاہ کشمیری☆

مشہور انشاء پرداز، ادیب طناز، مفسر، مورخ، بزرگ صحافی، حضرت تھانویؒ کے مجاز، تحریک خلافت کے مضبوط رکن، رئیس الاحرار محمد علی جوہر کے ہم نشین حق گو، حق پسند، انشاء میں بے مثل، طنز میں لاجواب، چند جملوں میں مقابل وحریف کے چھکے چھڑا دیتے، ان کا قلم، رفیع سودا کی شاعری تھی، بگڑتے تو منانا مشکل، نامور صحافی ان سے پناہ مانگتے، حیات اللہ انصاری مرحوم کے خلاف لکھنا شروع کیا تو اس چاق وچوبند صحافی نے لکھا کہ آپ کو میرے خلاف جو لکھنا ہے ایک بار لکھ دیجئے، یہ جو آپ زہر کی بوند، بوند ٹپکاتے ہیں میری برداشت سے باہر ہے۔

اپنے شیخ اول حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی "نقش حیات" پر تبصرہ کیا کہ میں تو منتظر تھا کہ علم شریعت پر حاوی تصنیف قلم مبارک سے تیار ہوگی یہ تو کتاب السیاسۃ ہے جو آپ کے قلم نے تیار کی۔ صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین کی بعض خامیوں پر بولے، تو ایک طوفان تھا جو ادھر سے ادھر نکل گیا۔ پاکستان کے چند روزہ سفر میں شورش کاشمیری مدیر "چٹان" نے پرتکلف دعوت کی مرحوم کو اس میں اسراف نظر آیا اپنے سفرنامہ میں تنقید کی، شورش نے جواباً لکھ دیا کہ آپ کے خلاف یہ لکھوں گا۔ وہ لکھوں گا جواب دریابادی مرحوم کا قرآن کریم کی ایک آیت تھی لئن بسطت الی الخ بس اس جواب لاجواب پر ساری شورش ختم ہوگئی۔

اکبر الہ آبادی نے دھیرے دھیرے اصلاح شروع کی جس کی انتہا حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے دامن تربیت وتجدید سے وابستگی والہانہ تعلق ونسبت مع اللہ کی سند، اجازت تھی وہ صرف دو شخصیتوں کے "مرید باصفا" تھے۔ محمد علی جوہر اور حضرت تھانویؒ، سفرنامہ حجاز، نقوش وتاثرات، تفسیر وغیرہ علمی شاہکار بطوریادگار چھوڑے، ذاتی جریدہ پہلے "سچ" پھر "صدق جدید" دیکھنے میں

☆ شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند

بدزیب، لیکن ایک دنیا اس کا انتظار کرتی۔ اور ان کے البیلے انداز طنز کے چبھتے ہوئے نشتر، قلم کی تلوار اور اس کی کاٹ کے کچھ مزہ لیتے تو کچھ تھراتے۔

اس ظلوم وجہول کو شرف مراسلت سے بارہا سرفراز فرمایا۔ ایک بار شرف نیاز کے لئے دریاباد حاضری کی تمنا ظاہر کی تو تحریر فرمایا کہ آپ تکلیف نہ کیجئے کبھی لکھنؤ آنا ہوا تو لکھنے میں دریاباد سے لکھنؤ پہنچ کر ملاقات کروں گا، یہ احترام انور شاہ کشمیریؒ سے نسبت کا تھا ورنہ من آنم کہ من دانم، میرے مراسلے "صدق جدید" میں از راہ ذرہ نوازی شائع فرماتے، ایک مکتوب گرامی نامہ میں نظر سے گزرے گا کہ آپ کی حمایت میں ایک پرجوش گمنام خط آیا، اس کا قصہ یہ ہے کہ ڈاکٹر راجندر پرشاد سابق صدر جمہوریہ ہند۔ دیوبند آئے تو تصویر کسی ظالم نے خاموشی سے لی جس میں حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ اور مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب تصویر کے پردے میں تھے، اس پر ناراضگی کا ایک مراسلہ "صدق جدید" میں آیا لکھا تھا کہ ایک ندوی العلم اور تھانوی الفکر کا مراسلہ، یہ مخدوم ومکرم مولانا عبدالباری علیہ الرحمہ مجاز حضرت تھانویؒ کا تھا۔ طفولیت کی حماقت، جواب اس سیاہ قلم نے لکھا بس پھر کیا تھا "صدق جدید" میں رزم کا منظر تازہ ہوگیا، مخالفت اور حمایت میں خطوط چھپنے لگے۔ اشارہ مکتوب گرامی میں اسی کی طرف ہے۔ مولانا کی تفسیر اردو انگریزی میں بے نظیر ہے مولانا آزاد سے مشہور قلمی معرکہ حظ وکرب یا لذت والم، ہوا، آزاد کو ویسے بھی نہ بخشتے، ایک بار سابق صدر جمہوریہ رادھا کرشنن کی تقریر تصوف کی حمایت میں اور مولانا آزاد کی بظاہر مخالفت میں ہوئی۔ دریابادی نے ہر دو تقاریر کا اقتباس شائع کیا آزاد کی تقریر کا عنوان تھا، از سرمستی دستار از سر انداختم انداختم، اور صدر جمہوریہ کے لئے عنوان "غم مخور شیخا کہ من برداشتم، برداشتم" ذرا دیکھئے کہ ایک شعر کے دو ٹکڑے اور صورت حال کے لئے قیامت بر دوش اور یہ دریابادی کے قلم کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔

خود بوڑھے لیکن قلم سدا نوجوان مشہور شاعر جوش کو تو سکہ بند ملحد ہی بنا کر چھوڑا۔ انضباط اوقات میں حضرت تھانویؒ کی طرح بے مثل تھے۔ مرحوم کے چھوٹے چھوٹے شذرے، بڑے ذوق وشوق سے پڑھے جاتے، اور ہندوپاک کے بہت سے اخبارات میں نقل ہوتے یہ شذرے کیا تھے بس یوں کہہ لیجئے کہ ایک تجربہ کار شکاری کی فتراک تھی جس کے تیر کبھی خطا نہ کرتے۔ جنوبی ہند کے ایک اخبار کے مدیر نے مولانا کی مودودی صاحب کی تحریک ودعوت پر تنقید

واعتراض دیکھا تو مدیر صاحب مودودی صاحب کی نصرت میں مولانا سے دست وگریباں ہوگئے اپنے لب ولہجہ اور مخصوص انشاء میں اداریہ ''مولانا'' کے خلاف لکھ مارا جس میں تھا کہ '' آپ ہم پر جو چوٹ چلتے ہیں'' پھر سارا اداریہ اسی رنگ و ڈھنگ میں، دریابادی کہاں چوکنے والے تھے ان کی سطر سطر نقل کی اور ہر سطر پر لکھا کہ صل علیٰ، ماشاء اللہ کیا اردو ہے کیسی بلند پایہ انشاء ہے۔

''صوفی نظیر کشمیری'' سے خوب چلتی ایک بار انہوں نے لکھا کہ آپ کو معیۃ المصلی سے تا بخاری شریف پڑھادوں گا صبح گاہی تفریح سے اب گیارہ بجے واپس آکر آپ کا شذرہ پڑھا اسی پر یہ جواب مرسل ہے۔ مولانا نے جواب میں لکھا کہ تفریح سے گیارہ بجے واپسی آپ کی دماغی کیفیت کی بہترین ترجمان ہے، صوفی صاحب اس پر ایسے بگڑے کہ جوش میں عبا و دستار بھی پھینک دی اور تند وتیز مراسلہ بھیجا، مولانا کا جواب صرف اتنا تھا کہ آپ کو یہ سن کر رنج ہوگا کہ میں نے آپ کا مراسلہ پڑھے بغیر کوڑے کی کنڈی میں ڈال دیا۔ غرضیکہ بڑے بڑے ''شیر افگن'' بھی مولانا کے نشتر کی تاب نہ لاتے۔ کون کس وقت، مولانا کے قلم کی تیغ بے نیام سے تڑپے گا کوئی نہیں بتا سکتا سمپورنانند، سابق وزیر اعلیٰ یوپی رشی راج ٹنڈن کو تو کبھی نہیں بخشا، مولانا آزاد کے سکریٹری ہمایوں کبیر جو بعد میں مرکزی وزیر بھی ہوگئے انہوں نے ایک بار اردو کی حمایت میں کوئی بیان دیا دریابادی نے بیان پر عنوان چسپاں کیا'' دیکھ کبیرا رویا'' غرضیکہ وہ اردو ادب کے ستون، انشاء میں بے مثال، تیر ونشتر میں بے عدیل و بے مثل محقق تھے۔ اسی سے زائد عمر عزیز گذار کر دریابادی سرزمین میں یہ آسمان صحافت کا مریخ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

خدمات و آثار

مرتبہ

مولانا مفتی عطاء الرحمٰن قاسمی

شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی